Fikr-o-Nasar (Islamabad) 3:1 (1965)

# ثقافتِ اسلامی کے نظام کی تشکیل

پروفیسر محمد مبارک

اس وقت مسلمانوں کو ایک ایسے ثقافتی نظام کی ضرورت ہے جو مندرجہ ذیل شرائط پر پورا اترتا ہو:-

۱- اس کے افکار و نظریات کی بنیاد اسلامی عقائد و مفاہیم پر ہو۔

۲- دور حاضر کے اسلامی معاشرہ کے سب طبقات کی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۳- ان تمام ثقافتی نظاموں سے مقابلہ کی قوت رکھتا ہو، جو اس وقت عالم اسلامی پر چھائے ہوئے ہیں۔

## عالم اسلام کا موجودہ نظام ثقافت

### (۱) غیر اسلامی رجحانات:

دنیائے اسلام کے موجودہ ثقافتی نظام پر عموماً غیر اسلامی افکار کا غلبہ ہے خواہ مدارس کی تعلیم ہو یا عام کتابیں، تراجم اور نشریات — سب کے ذریعے یہ افکار و مفاہیم پھیلے ہوئے ہیں۔

اس کی وجہ در اصل یہ ہے کہ ہمارے نصاب تعلیم کے ماخذ اجنبی مصادر ہیں اور انہی پر ہمارے تعلیمی مواد کی بنیاد قائم ہے۔ یہ مصادر اپنے ملک اور تہذیب کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ملک کے لوگ ان کو اپنے فلسفی حائق

اور خصوصی انداز فکر سے ترتیب دیتے ھیں - چنانچہ ان سے اخذ کرتے وقت ھمارے مؤلفین اصحاب کتنی بھی کوشش کریں کہ اس میں سے اسلام سے متعارض عناصر کو نکال دیا جائے، وہ کامیاب نہیں ھوسکتے - ھمارے تعلیمی مواد کے مصادر ان لوگوں نے ترتیب دیئے ھیں جن کے ھاں دین اور علم اور دین اور عقل میں زبردست تصادم اور تضاد ھے - اور اسی کشمکش میں ان کے ھاں دین کا چہرہ مسخ ھو چکا ھے - اس کا نتیجہ یہ ھوا کہ یہی انداز فکر ھمارے ھاں بھی در آیا اور اسلامی نظریات و عقائد سے انحراف کے رجحانات سرایت کر گئے -

ھم ذیل میں ان رجحانات کا تجزیہ پیش کریں گے -

۱- **الحاد:** اپنی مختلف صورتوں اور مکاتب فکر کے ساتھ، خواہ وہ طبعی ھوں کہ اولیت مادے کو حاصل ھے یا عقل کو، یا اس کے علاوہ دوسرے مکاتب فکر مثلاً مادی جدلی (مارکسزم)، الحاد کا یہ رجحان سرایت کر رھا ھے -

۲- **قومیت:** انتہا پسند قوم پرستی کا رجحان قومیت کو ھی عقیدہ، اور زندگی کا مقصد اور فکر و عقل کی معراج قرار دیتا ھے - یہ رجحان اس وقت تک تو ٹھیک ھے بلکہ لا بدی ھے جب تک دشمنان اسلام کے خلاف اسلامی ملک کی حفاظت اور سلامتی کا جذبہ اس کا محرک ھو، لیکن دقت یہ ھے کہ قومیت ایک دین کی حیثیت اختیار کرلیتی ھے اور اس سے دوسرے تمام روابط اور اقدار کی نفی ھونے لگتی ھے -

جب علوم پر اس کا غلبہ ھوتا ھے اور تاریخ و معاشرت کو اسی رنگ میں رنگ دیا جاتا ھے اور اخلاق و نظریات و افکار کی بنیاد اسے ٹھہرا لیا جاتا ھے تو ثقافت اسلامی کی نشو و نما رک جاتی ھے -

## (ب) دینیات کی تعلیم

اسلامی دنیا میں تمام عمومی و خصوصی اور سرکاری مدرسوں میں دینی تعلیم کا تناسب بہت ھی مایوس کن ھے -

ابتدائی مدارس میں تعلیمی مواد میں دینیات کا تناسب ۳۰/۲ اور ۳۰/۴ (۱/۲ ۶٪ سے ۱۳٪ تک) کے درمیان ہے ثانوی مدارس میں یہ تناسب ۲۴/۲ (۶٪) سے بھی کم ہے - جن مدارس میں ان اساتذہ کی تربیت ہوتی ہے وہاں یہ تناسب اور بھی کم ہے - یونیورسٹی کی سطح پر تو اسلامی ثقافت کی تعلیم مطلقاً ختم ہوجاتی ہے - البتہ بعض یونیورسٹیوں میں عربی ادب کے شعبوں میں قرآن و حدیث ضرور پڑھائے جاتے ہیں لیکن وہاں بھی ان کا مطالعہ ادبی حیثیت سے زیادہ نہیں -

یہ تو تھی نصاب میں دینی تعلیم کے تناسب کی بات - کیفیت اور نوعیت کے اعتبار سے دینیات کی تعلیم اور بھی ناقص بلکہ خطرناک ہو جاتی ہے - دینیات کا نصاب فرسودہ اور دقیانوسی کتابوں پر مشتمل ہے جن کا انداز کتابت و طباعت بہت ہی بھدا ہے - اس کے مقابلے میں دوسرا تعلیمی مواد اپنی ترتیب اور پیش کش میں بے حد جاذب نظر اور پر کشش ہے - پھر دینیات کا طرز تدریس بھی فرسودہ اور دقیانوسی ہے اور طالب علم کے لئے اس میں کوئی دلچسپی اور کشش نہیں - دقت یہی نہیں بلکہ ارباب دینیات جدید اسالیب اور تعلیم و تدریس کے جدید طریقوں کی اہمیت اور ضرورت کے سرے سے قائل ہی نہیں -

دینیات کے تعلیمی نصاب کی تیاری میں نہ طالب علم کی ذہنی استعداد کا خیال رکھا جاتا ہے نہ انداز فکر کا - اور نہ اس ماحول اور معاشرہ کا کوئی لحاظ ہوتا ہے، جس میں ان کتابوں کی تدریس ہوتی ہے - ابھی تک اسلامی مدارس میں وہی پارینہ اور فرسودہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن کے مؤلفین کے کبھی خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ نو عمر طالب علم اسے پڑھیں گے - انہوں نے انتہائی اختصار سے اسے سنجیدہ لوگوں کے استحضار کے لئے لکھا تھا - اپنے انداز و اسلوب کے اعتبار سے وہ اس زمانے کے فکری اور اجتماعی ماحول میں قطعاً ناکارہ ہیں -

اس پر مستزاد یہ کہ ان کتابوں کی طرح ہمارے دینی مدارس کے اساتذہ بھی وقت کے تقاضوں سے نا آشنا اور جدید مسائل سے نا بلد اور اپنی ہم عصر ثقافتوں سے بے بہرہ ہیں -

اس کا خطرناک نتیجہ یہ ہے کہ مدارس کے طالب علم جب دینیات کے تعلیمی مواد اور دوسرے تعلیمی مواد میں اتنا بعد دیکھتے ہیں تو وہ دین سے برگشتہ ہوجاتے ہیں - دینی اساتذہ تحقیر کا ہدف بنتے ہیں - اس طرح نفسیاتی طور پر غیر مرئی طریقے سے غیر دینی ثقافت کی قبولیت کے لئے ذہن ہموار ہو جاتا ہے -

دینی اور غیر دینی ثقافتوں کے اس تضاد اور اختلاف سے ایک عجیب قسم کا ذہنی بحران پیدا ہوچکا ہے جس نے ایک طرف تو دین کو زندگی سے ہم آہنگ نہیں رہنے دیا اور دوسری طرف علم اور عملی زندگی میں ایک مستقل تصادم پیدا ہوگیا - اس کے نتیجے میں دینی روح کمزور سے کمزور تر ہوتی گئی -

## (ج) علوم کی تقسیم

آج کل اسلامی دنیا میں بظاہر ایک نیا رجحان تعلیم ظاہر ہو رہا ہے ' جس کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی - یہ ہے علوم کی گروہ بندی اور علوم کی دو انتہائی مختلف شقوں میں تقسیم - مدنی ( تمدن و تہذیب کی ) تعلیم اور دینی تعلیم دونوں کے لئے خاص مدارس اور مخصوص طرز فکر اور نظریات ہیں -

اس سے قبل اسلامی ممالک میں تعلیم کی دوئی کا یہ تصور کہیں بھی موجود نہیں تھا - البتہ تخصص میں اختلاف ہوسکتا تھا - مثلاً ابن سینا نے فلسفہ اور طب میں' غزالی نے تصوف علم کلام اور فقہ میں' باقلانی نے علم کلام میں' جاحظ نے ادب میں، ابو حنیفہ نے فقہ میں' ابوالحسن الاشعری نے کلام میں تخصص اختیار کیا لیکن ان کی ثقافتی بنیادیں ایک تھیں اور اساسی طور پر علوم ایک وحدت تھے -

مغربی تہذیب کے اتصال سے یہ دوئی ہمارے ہاں بھی در آئی - ان کے مصادر علوم اور معیار ثقافت ہونے سے عالم اسلامی کی ثقافت کے دو بالکل متضاد اور متخالف مصادر قرار پائے -

**قدیم مصادر اور موروثی ثقافت :** یہ ثقافت اور اس کے علوم اور کتابیں خاص علمی حلقوں بالخصوص قدیم طرز کے مدارس تک محدود ہیں، جہاں اساتذہ اور طلبہ انہی مدارس کے اقامت خانوں میں رہتے ہیں یا پھر یہ کتابیں بہت ہی بلند پایہ درسگاہوں مثلا جامعہ ازہر، جامعہ زیتونہ اور جامعہ قرویین میں پڑھائی جاتی ہیں -

یہ مراکز اپنے علمی کام میں تو مصروف رہے لیکن علمی ارتقاء اور جدید انقلابات سے قطعاً الگ تھلگ رہے ہیں - چنانچہ بجائے اس کے کہ یہ تغیرات زمانہ اور جدید علمی انقلابات کے لئے اپنے میں استعداد پیدا کرتے، یہ اپنے خاص حلقوں میں محدود رہ کر علوم و فنون کی ترقیوں اور اسالیب تعلیم اور مقاصد و مقتضیات سے بے بہرہ رہے - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان قدیم علمی مراکز میں علوم کے جدید تقاضوں کی روشنی میں اصلاح کی بجائے قطعاً جدید طرز کے مدارس اور درسگاہیں قائم ہوئیں جو قدیم ثقافت و روایات سے منقطع ہوگئیں -

قدیم درسگاہیں عملی زندگی سے منقطع رہنے کی وجہ سے جامد ہوگئیں اور اس طرح وہ روز بروز کمزور ہوگئیں - وہ دور جدید کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکتی تھیں اس لئے ان درسگاہوں سے فارغ التحصیل طلبہ کے لئے روزگار مشکل ہوگیا - اس کے مقابلے میں نئے سکولوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں کی مانگ میں اتنا ہی اضافہ ہوتا گیا - اور یہ لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے لگے یہاں تک کہ تمام شعبہ ہائے حیات پر یہی لوگ چھا گئے -

قدیم مدارس کا دائرہ عمل محدود ہوتا گیا اور وہ زندگی سے بالکل منقطع ہوگئے - ان کی معاشی و اقتصادی حالت بھی نا گفتہ بہ ہوگئی - اس سے ان میں احساس کمتری پیدا ہوا اور وہ بنی نوع انسان سے فی سبیل اللہ بیزار ہوگئے - یہ صورت حال ثقافت اسلامی اور دین اسلامی اور دین اسلام پر ایک کاری ضرب تھی، جس نے دین کو زندگی سے اور زندگی کو دین سے الگ کردیا - ان قدیم مدارس کی اصلاح کی کوششیں بھی کار آمد ثابت نہ ہوئیں - کیونکہ اس ضمن میں اصل مسئلہ اور اس کے اسباب کی طرف توجہ نہیں کی گئی - اور علوم کی یہ گروہ بندی پھر بھی قائم رہی -

ہمارے معاشرے میں دو مخالف گروہ پیدا ہو چکے ہیں: ایک دینی لیکن اپنے طرز و فکر و انداز زندگی میں قدامت پسند ہے۔ یہ زندگی کی نئی راہوں سے بے خبر اور ان پر چلنے سے معذور ہے۔

دوسرا عصر جدید کے انداز و اطوار سے بہرہ مند اور لا دینی ہونے کے باوجود نمو پذیر فکر جدید اور زندگی سے قریب ہونے کی وجہ سے نئی راہوں پر چلنے کی صلاحیتوں کا مالک ہے۔

یہ دونوں گروہ علوم کی اسی دوئی کا نتیجہ ہیں اور یہی ہماری ثقافت کے انتشار کی ذمہ دار ہے،

ثقافتی زندگی کے مظاہر اور دینی تعلیم اور اسلامی ثقافت کے مختلف پہلوؤں کا جو تجزیہ ہم نے گذشتہ سطور میں پیش کیا ہے اور اسلامی ممالک میں جو ثقافتی نظام چھایا ہوا ہے اس کے نقائص کی جو ہم نے نشان دہی کی ہے وہ ایک عام جائزہ ہے، تفصیلات میں ہر ملک کے اپنے مخصوص حالات کی بنا پر اختلافات ہیں - بعض ممالک میں اصلاحی کوششیں ہوئیں اور ان میں سے بعض کافی کامیاب بھی رہیں - لیکن ہمارے خیال میں جب تک اس بنیادی مسئلے کی طرف توجہ نہ دی جائے، ایک قوی اور صحت مند ثقافتی نظام کی تشکیل کی توقع عبث ہے۔

## اسلامی ثقافتی نظام کی تشکیلی بنیادیں

اسلامی ممالک کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک ایسے ثقافتی نظام کی تشکیل کی ضرورت ہے جو ذیل کی بنیادوں پر قائم ہو :-

۱ - ایسے نظام ثقافت کی تشکیل جس میں روح و مصدر میں کسی قسم کی دوئی نہ ہو۔

۲ - تعلیم کو تمام مدارج و مراحل میں اسلامی رنگ دیا جائے۔

۳- اسلامی روح کو عام کیا جائے - یہ شعور اسلامی اصول و قواعد ، تعلیمات اسلامیہ اور عصر حاضر کے تمام اہم مسائل کے متعلق عقلی اور عملی تفہیم پر مبنی ہو - اور وحدت اسلامی کے لئے وسائل و ذرائع اور مصادر قوت کی آگاہی پر اس کی بنیاد ہو -

۴- دین اور زندگی کے درمیان مکمل ہم آہنگی - اسلامی مبادیات اور نظریات و عقائد کی تعلیم اور عصر حاضر کے مسائل کا اسلامی بنیادوں پر مطالعہ -

۵- دینی تعلیم کی افادیت کے لئے جدید مناسب طریقے اختیار کئے جائیں - اور اسلامی اصول و مبادیات کی طلبہ کی ذہنی استعداد اور ماحول کے مطابق درجہ بندی - قرآن و سنت کی روشنی میں فقہی مسائل کی تجدید و تطبیق -

## وضاحت

۱ - چونکہ علوم میں موجودہ دوئی ہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے اور یہی دو مختلف و متضاد ذہنیتیں پیدا کرنے کی ذمہ دار ہے ، اس لئے اس کے انسداد کے طریقے اختیار کئے جائیں -

ا- بلاد اسلامیہ میں جو سرکاری مدارس مغربی مدارس کی طرز پر قائم کئے گئے ہیں وہ تمام‌تر مدارج میں مغربی ثقافت پر مبنی ہیں - ان میں ان علوم کے ساتھ جن کے مصادر خالصتاً مغربی اور یورپی ہیں دینیات کا چھوٹا ٹکڑا بھی چپکا دیا جاتا ہے - یہ طرز تعلیم ناکافی بلکہ منفی رد عمل کا باعث ہوتا ہے -

یہ فنی اور تکنیکی علوم بھی از بس ضروری ہیں لیکن ان کے نصابات کی ترتیب از سر نو ہونی چاہیئے - اس طرح کہ ان کی بنیادیں اسلامی ہوں -

ب- ثقافت کا دوسرا مصدر جس کی بنیاد واقعی اسلامی ہے ، صدیاں گذر جانے کی وجہ سے تجدید چاہتا ہے - عقائد و مسالک میں منطقی بحثوں اور متواتر موشگافیوں کی وجہ سے یہ اپنے مصادر و مبادی سے کافی دور نکل آئی

ہے ۔ متکلمین کی مناظرانہ نکتہ آفرینیوں اور یونانی اصول فلسفہ سے ترکیب پا کر یہ تضاد و اختلاف کا ایک پیچیدہ مرکب بن کر رہ گئی ہے ۔ ستم ظریفی یہ تھی کہ ترکیب و تالیف اس وقت وجود میں آئی جب اسلامی اقدار کمزور پڑ گئی تھیں اور تصنیف و تالیف کا معیار گر چکا تھا ، فکر کی راہیں تنگ ہو چکی تھیں اور اجتہاد کی حوصلہ شکنی کے ذریعے اسلام کی بنیادوں' کتاب و سنت تک رسائی نا ممکن بنا دی گئی تھی ۔ کتاب و سنت بلکہ ائمہ اور مجتہدین کی آراء پر ائمہ مساجد کے اقوال کو ترجیح دی جانے لگی تھی ۔

اس پر مستزاد یہ کہ وہ تمام دوسرے علوم جو اس قدیم زمانے میں اسلامی ثقافت کے ساتھ مخلوط ہوئے ' اب تک پڑھائے جا رہے ہیں ۔ ان علوم میں جو ارتقا ہوا ہے ۔ اس سے حقائق و نظریات کی بنیادیں تک بدل گئی ہیں لیکن یہ ترقی ''غیر اسلامی'' اور وہ علوم ان حدود تک '' اسلامی '' ہیں جب انہوں نے اسے مدارس میں داخل کیا تھا ۔

مثال کے طور پر علم فلکیات اور علوم طبیعیہ کو لیجئے ۔ یہ کوئی نصوص سماوی نہیں تھے کہ ان کی عبارات غیر متبدل ہوں اور نہ یہ اسلامی مبادیات و عقائد کی حیثیت رکھتے تھے کہ ان میں تبدیلیاں ممکن نہیں تھیں ' لیکن ان کو نصوص شرعی کی طرح غیر متبدل قرار دے دیا گیا اور مزید تجربات و تحقیقات کے استفادہ سے کلی اجتناب برتا گیا ۔

ان کی وجہ سے اسلامی ثقافت جامد ہو کر رہ گئی ۔ اور ہر قدم پر نئے علوم سے ٹکراؤ ہوا ۔ اس سے اگر ایک طرف علوم میں ترقی کو غیر اسلامی سمجھا گیا تو دوسری طرف اسلامی ثقافت سے نفرت پیدا ہوتی گئی ۔

یہ ثقافت جسے ہم آج ثقافت اسلامی کہتے ہیں ، در اصل قدیم فلسفہ ، پرانے علوم ، اسلامی عقائد ، تصوف ' علم کلام اور فقہا کے اپنے زمانے کے تقاضوں پر مبنی اجتہادات و افکار کا مجموعہ ہے ۔ اس سے وابستہ طالب علموں اور اساتذہ کی ذہنی تربیت انہی بنیادوں پر ہوتی ہے ۔ اور پھر اس ذہنیت کی اپنی کوئی خاص جہت نہیں ۔ کبھی یہ فقہا کی تشدد پسندی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے' کبھی انتہا پسند صوفیوں کی دنیا سے بیزاری اور رہبانیت کی

صورت میں اور کبھی محض اسلاف پرستی کی صورت میں - اس سے اندورنی طور پر ایک خلفشار پیدا ہوتا ہے -

ہماری قوم امی قدیم اور جدید ثقافت کے تصادم کی آماجگاہ ہے - اس سے تعلیمی ، سماجی اور سیاسی شعبہ ہائے حیات متاثر ہو رہے ہیں - اس تصادم میں ایک رجحان تو یہ ہے کہ قدیم اسلامی ثقافت ہی اسلام کی درست شکل ہے اور اس کی فتح مندی اسلام کی فتح ہے - اور جدید ثقافت اسلام دشمن تہذیب ہے ، جس کی فتح کفر کی فتح ہے -

لیکن یہ غلط محض ہے نہ تو قدیم ثقافت کی ہر چیز اسلامی ہے - کہ اس کی حفاظت و مدافعت واجب ہو، نہ جدید ثقافت ساری کی ساری اسلام کے منافی ہے کہ اس کے خلاف محاذ قائم کیا جائے -

اس کا صحیح ترین حل یہ ہے کہ ایک مکمل طور پر ہم آہنگ اسلامی نظام تعلیم رائج کیا جائے جو تہذیبی مصادر اور تمدنی ذہنیتوں کے بجائے صلاحیت اور تخصص پر قائم ہو - ایک طرف تو تمام علوم کا رابطہ اسلامی مبادیات سے قائم کیا جائے - دوسری طرف تمام جدید علوم و اسالیب تعلیم سے استفادہ کر کے علوم کارشتہ زندگی سے قائم رکھا جائے - اس طرح قدیم و جدید کو ایک ہی سطح پر لا کر ایک ذہنیت یعنی اسلامی ذہنیت کی ترتیب دی جائے -

ثانوی تعلیم — عام اور پیشہ ورانہ شاخوں میں اسلامی ہو اور اس میں صرف دینی تعلیم پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ علوم طبیعیہ کو بھی تعلیم نصاب میں شامل کرنا ضروری ہے - کمیونسٹ ممالک میں کیمیا اور فزکس اور انجینیرنگ کے ساتھ مارکس کا فلسفہ بھی لازمی طور پر پڑھایا جاتا ہے-

نظریاتی ثقافتی مواد مثلاً فلسفہ ، اجتماعیات اور تاریخ ، طالب علم کی ذہنیت ، اس کے ادراک اور افکار کی تعمیر کرتے ہیں اس لئے تاریخ کی تفسیر اور تعلیل کے لئے ان علوم کا شامل نصاب ہونا ضروری ہے -

دینی مناہج کی بھی حدود مقرر کرلی چاھئیں - اس کی تعلیم ایسے طریقے پر ھونی چاھیئے کہ فرقہ بندی نہ ھو - اور مذاھب فقہ اور کلام کے تعصب اور تنگ نظری کی بجائے وسیع المشربی کو فروغ ھو -

## تجاویز

اسلامی ثقافتی نظام کے لئے ایسی تفصیلی پالیسی وضع کرنا جو مندرجہ بالا تمام شرائط کو پورا کر سکے ' اس کا انداز فکر اسلامی ھو اور جدید اسلامی معاشرے کی ضروریات کو پورا کر سکے ' مندرجہ ذیل طریقوں سے ممکن ھے :

۱ - تمام اسلامی ممالک کے ثقافتی حالات کے متعلق جامع رپورٹیں اور جائزے تیار کئے جائیں اور رابطہ اسلامی کی مخصوص مجالس ثقافت ان پر غور کر کے ایک بین الاسلامی نظام ثقافت تشکیل دے -

۲ - مؤتمر رابطہ عالم اسلامی کے زیر اھتمام خاص مجالس قائم کی جائیں ، جو تربیت اور ثقافت کے امور کے بارے میں اجلاس منعقد کریں اور تفصیلات پر غور کریں -

۳ - ان امور پر غور و خوض اور اس کے بارے میں عملی تجاویز پیش کرنے کے لئے ایک الگ مؤتمر عالم اسلامی قائم کی جائے -

۴ - اسلامی ممالک کے عوام کی رائے عامہ سے ممالک اسلامیہ کی حکومتوں کو ان تجاویز پر عمل در آمد کے لئے تیار کیا جائے -

اسلامی ممالک کی ثقافتی حالت کا مطالعہ کرنے کے بعد میں نے اپنے نتائج فکر پیش کر دئے ھیں - ماھرین سے توقع رکھتا ھوں کہ وہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور افکار و عقائد کے احیاء کے لئے جو اس وقت کی اھم ترین ضرورت ھے ، عملی اقدامات کریں -